34

مستقل اور دائمی ترقی حاصل کرنے کا گُر

(فرمودہ 21 نومبر 1941ء)

تشہد، تعوّذ اور سورہ فاتحہ کے بعد حضور نے حسب ذیل آیتِ قرآنیہ کی تلاوت کی:۔

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ [1]

اس کے بعد فرمایا:۔

"اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے لئے اس آیت میں تین نصیحتیں بیان کی ہیں۔ فرماتا ہے۔يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا ۔دنیا میں جب کوئی شخص مومن بنتا ہے تو پہلا مقابلہ اس کو اپنے نفس سے پیش آتا ہے اور نفس کے ساتھ جو مقابلہ ہوتا ہے اس میں ہر انسان اپنے بوجھ کو آپ ہی اٹھا سکتا ہے۔ نماز انسانی نفس کے ساتھ تعلق رکھنے والی ایک عبادت ہے۔ اس کے پڑھنے میں کوئی دوسرا شخص کسی نمازی کی کیا مدد کر سکتا ہے۔ روزے کے وقت جو تکلیف انسان کو ہوتی ہے اس کو کوئی اس کا ساتھی کس طرح ہٹا سکتا ہے۔ انسان کے دل میں جو شبہات اور وساوس پیدا ہوتے رہتے ہیں۔ ان میں اس کی بیوی، اس کے بچے اور اس کے قریب ترین رشتہ دار اس کی کیا مدد کر سکتے ہیں۔ غرض نفس کے اندر پیدا ہونے والے وساوس اور لالچ اور حرص اور اسی قسم کے اور بیسیوں امراض جن کو دور کئے بغیر انسان خدا کو نہیں پا سکتا اور نہ دین کی حقیقت اور مغز سے وہ آگاہ ہو سکتا ہے۔ سب ایسی چیزیں ہیں کہ ان میں دوسرے لوگ اس کے مُمد نہیں ہو سکتے۔ پس شیطان کے ساتھ جنگ

جو در حقیقت نفسانی جنگ ہوتی ہے صرف اکیلے ہی لڑی جا سکتی ہے۔ اسی وجہ سے حضرت مسیح ناصریؑ نے ایک موقع پر فرمایا کہ ہر شخص اپنی صلیب آپ اٹھا کر چلے۔2 صلیب اٹھانے کے معنے دراصل یہی ہیں کہ اپنے نفس کو خدا کے لئے قربان کر دیا جائے اور شیطان کا پوری طرح مقابلہ کیا جائے اور حضرت مسیحؑ فرماتے ہیں کہ یہ مقابلہ ایسا ہے جس میں کوئی شخص کسی دوسرے کی صلیب نہیں اٹھا سکتا۔ بلکہ انسان جب تک اپنے نفس کو آپ نہ مارے اس وقت تک نجات حاصل نہیں کر سکتا۔ یہی وہ امر ہے جس کی وجہ سے ہم عیسائیوں پر اعتراض کرتے اور کہا کرتے ہیں کہ انہوں نے کفارہ کا غلط مسئلہ ایجاد کر لیا کیونکہ جو گناہ انسان کے نفس کے اندر پیدا ہوتے ہیں۔ ان کو کوئی دوسرا شخص اٹھا نہیں سکتا۔ دوسرے انسان صرف ان امور میں مدد دے سکتے ہیں جو باہر سے پیدا ہوں۔ کسی انسان کی ذات سے تعلق رکھنے والے اور قلب کے اندر پیدا ہونے والے گناہوں میں دوسرے ساتھی کام نہیں آ سکتے۔

پس اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا جب کبھی تم ایمان لاؤ تو تمہیں یہ امر یاد رکھنا چاہئے کہ پہلا مقابلہ تمہارا اپنے آپ سے ہو گا اور اس مقابلہ میں تمہاری کوئی مدد نہیں کر سکتا۔ تمہارے پاس تمہاری بیوی سوئی ہوئی ہوتی ہے مگر وہ نہیں جانتی کہ تمہارے دل میں کیا شبہات اور وساوس پیدا ہو رہے ہیں۔ تمہارے بچے تمہارے پاس لیٹے ہوئے ہوتے ہیں مگر وہ نہیں جانتے کہ تمہارے دل میں کیا خیالات پیدا ہو رہے ہیں اور تم نہیں جانتے کہ ان کے دلوں میں کیا خیالات پیدا ہو رہے ہیں۔ کثرت کے ساتھ اس قسم کے واقعات ہوئے ہیں کہ میاں بیوی اکٹھے سو رہے تھے اور بظاہر ان میں سے ایک جو دوسرے کی قلبی کیفیات سے ناواقف تھا سمجھتا تھا کہ ہمارے آپس کے تعلقات بڑے اچھے ہیں۔ مگر رات کو اٹھ کر میاں نے بیوی کو یا بیوی نے میاں کو قتل کر دیا۔ جب تک اس میاں نے اپنی بیوی کو قتل نہیں کیا تھا یا جب تک اس بیوی نے اپنے میاں کو قتل نہیں کیا تھا اس وقت تک

دوسرا فریق یہی سمجھتا تھا کہ اس کے دل میں میرے متعلق محبت کے جذبات پائے جاتے ہیں۔ کیونکہ کئی لوگ ہوشیاری کی وجہ سے اپنے خیالات کو اس طرح چُھپاتے ہیں کہ باوجود اس کے کہ اللہ تعالیٰ نے انسانی خیالات کو ظاہر کرنے کے لئے چہرے میں بہت کچھ سامان رکھ دیا ہے پھر بھی وہ ان آثار کو دبا دیتے ہیں اور اپنے خیالات کو ایسا مخفی رکھتے ہیں کہ دوسرا شخص قرائن سے بھی نہیں سمجھ سکتا کہ ان کے اندر کینہ ہے یا بُغض ہے یا وہ کوئی بد ارادہ رکھتے ہیں۔ تو پاس لیٹے ہوئے میاں بیوی کو ایک دوسرے کے خیالات کا پتہ نہیں ہوتا ، پاس لیٹے ہوئے ماں اور بیٹی کو ایک دوسرے کے خیالات کا پتہ نہیں ہوتا، پاس لیٹے ہوئے باپ اور بیٹے کو ایک دوسرے کے خیالات کا پتہ نہیں ہوتا اور جب ایک دوسرے کے خیالات کو انسان سمجھ ہی نہیں سکتا تو وہ اِن امور میں ایک دوسرے کی مدد کیا کر سکتا ہے اوروہ خیالات جو انسانی قلب کی گہرائیوں میں پیدا ہوتے ہیں ان کو کس طرح درست کر سکتا ہے۔ انسان دوسرے کو سمجھا کر اُس کی عقل تو درست کر سکتا ہے مگر انسان دوسرے کو سمجھا کر اس کے ایمان اور جذبات کو درست نہیں کر سکتا کیونکہ ایمان اور جذبات کی درستی اپنے ارادہ سے ہوتی ہے اور یہ ارادہ لوگوں کے دلوں میں اُس وقت تک پیدا نہیں ہوتا جب تک انہیں خود تجربہ نہ ہو۔ جب ایک انسان جنگ میں کُود پڑتا ہے اسے زخموں پر زخم لگتے ہیں۔ اس کی عادات اسے کسی طرف لے جانا چاہتی ہیں اور حالات اسے کسی طرف لے جاتے ہیں۔ تب اس کے دل میں اپنی عادات کے متعلق افسوس پیدا ہوتا ہے اور گو بظاہر وہ یہ سمجھتا ہے کہ میری خواہشات پوری نہیں ہوئیں مگر جب وہ ان زخموں کو برداشت کر لیتا ہے تب اس کے اندر اپنے نفس کا مقابلہ کرنے کی قوت پیدا ہوتی ہے۔ اگر انسانی ترقی کے راستہ میں اس قسم کی قربانیاں نہ ہوتیں تو محض عقلی لحاظ سے انبیاء کا ماننا کوئی مشکل کام نہیں تھا۔ ایک ادنیٰ تدبر سے قرآن کریم کی بتائی ہوئی علامات کے مطابق محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کو سچا اور راستباز مانا جا سکتا تھا لیکن محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے ماننے کے نتیجہ میں چونکہ بیویاں چھوڑنی پڑتی تھیں، بچے

چھوڑنے پڑتے تھے، عزیز اور اقارب چھوڑنے پڑتے تھے، وطن چھوڑنا پڑتا تھا، مال چھوڑنا پڑتا تھا، جائدادیں چھوڑنی پڑتی تھیں اس لئے ان چیزوں کی محبت قبول حق کے رستہ میں روک بن جایا کرتی تھی۔ اس روک کو وہ دلیلیں بھلا کیا مٹا سکتی تھیں جو انسان کو صرف عقل کے دروازہ تک لے جاتی ہیں۔ ہاں جو شخص عقلی دلائل سے فائدہ اٹھا کر اپنے نفس کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہو جاتا تھا اور اپنے دل سے ہر قسم کے خدشات کو دور کر کے قربانی پر آمادہ ہو جاتا تھا۔ اس کے لئے محمد ﷺ کا ماننا بالکل آسان ہو جاتا تھا۔ تو دماغ سے کوئی بات منوانا مشکل نہیں ہوتا۔ جس چیز کو منوانا سخت مشکل ہے وہ انسان کا دل ہے اور دل ہی مختلف قسم کی روکیں محسوس کرتا ہے۔ کبھی کہتا ہے فلاں ضرورت پوری ہو جائے، کبھی کہتا ہے فلاں روک دور ہو جائے تو حق کو قبول کروں گا۔ تو انسانی نفس کی یہ حالتیں صداقت کے قبول کرنے کے رستہ میں ہمیشہ روک رہی ہیں، روک ہیں اور روک رہیں گی۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا اصۡبِرُوۡا ۔ اے مومنو جب تم صداقت تسلیم کر لو گے تو فوراً شیطان تم پر حملہ کر دے گا اس لئے ہم تمہیں نصیحت کرتے ہیں کہ جس بات کو، تمہارے دماغ نے صحیح تسلیم کر لیا ہے جس بات کو تم نے دلائل اور مشاہدات سے صحیح مان لیا ہے اسے خوب مضبوطی سے پکڑ کر بیٹھ جاؤ اور پھر اسے چھوڑنا نہیں۔ چاہے شیطان تم پر کس قدر حملے کرے۔ پھر اِصۡبِرُوۡا میں ایک اور عظیم الشان حکمت کی بات اللہ تعالیٰ نے یہ بیان فرمائی ہے کہ شیطان کا حملہ کبھی حقیقی نقصان نہیں پہنچاتا شیطان کا حملہ صرف دھوکا ہوتا ہے اور گو بظاہر وہ سب حملوں سے زیادہ سخت نظر آتا ہے مگر دراصل وہ سب حملوں سے زیادہ نرم ہوتا ہے۔ بلکہ ایک چھوٹا بچہ جو کسی دوسرے کے مُنہ پر تھپڑ مار دیتا ہے اس تھپڑ سے بھی شیطان کا حملہ نرم ہوتا ہے گو بظاہر وہ بڑا خطرناک نظر آتا ہے چنانچہ ہم دیکھتے ہیں شیطان کو خدا تعالیٰ نے کوئی ایسا ہتھیار نہیں دیا جس سے وہ کسی انسان کو جانی یا مالی نقصان پہنچا سکے۔ دنیا میں شیطان کے جو انسان چیلے ہیں ان کو یہ بے شک اختیار حاصل ہے

وہ دوسروں کا مال کھا لیتے ہیں، ان کی جائدادوں کا نقصان کر دیتے ہیں مگر خود شیطان اور اس کے حقیقی نمائندہ نفس کو یہ اختیار حاصل نہیں۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ اِصْبِرُوْا۔ یہ نہیں فرمایا کہ دشمن کا مقابلہ کرو بلکہ فرمایا ہے صبر کرو اس لئے کہ وہاں مقابلہ کی ضرورت ہی نہیں مقابلہ کی وہاں ضرورت ہوتی ہے جہاں حملہ حقیقی ہو۔ مثلاً کوئی شخص کسی دوسرے کو پکڑ کر پہاڑ کی چوٹی سے نیچے گرانا چاہتا ہو تو وہاں حقیقی مقابلہ کی صورت ہو گی۔ اور اگر وہ مقابلہ نہیں کرے گا تو دوسرا شخص اسے کھڈ میں پھینک دے گا یا مثلاً تنور جل رہا ہو اور کوئی شخص کسی دوسرے کو پکڑ کر اس میں گرانا چاہتا ہو اور وہ اپنی مدد کے لئے لوگوں کو آوازیں دے رہا ہو تو اس وقت اگر ہم دور ہوں گے تو اسے فوراً آواز دیں گے کہ اس شخص کا خوب مقابلہ کرو ہم بھی تمہاری مدد کے لئے آ رہے ہیں لیکن اگر کسی جگہ باہر کا دشمن کوئی نہ ہو صرف انسان کا دل خوف زدہ ہو اور وہ ڈر رہا ہو تو اس وقت ہم اسے یہ نہیں کہیں گے کہ دشمن کا مقابلہ کرو بلکہ کہیں گے کہ اپنے دل کو مضبوط کرو کیونکہ دل کا خوف بھی ایسی چیز ہے کہ اس کے نتیجہ میں کئی لوگ اپنے آپ کو ہلاک کر لیتے ہیں۔ حالانکہ ان کے سامنے کوئی حقیقی خطرہ نہیں ہوتا۔ صرف ان کے دل میں خوف پیدا ہو چکا ہوتا ہے۔

جن دنوں مَیں حج کے لئے گیا تھا ایک شخص نے ایک ریل ایجاد کی ہوئی تھی جس سے اس کا مقصد لوگوں کو یہ بتانا تھا کہ اگر ہمالیہ پہاڑ پر ریل لے جانی ہو تو کس طرح پہنچائی جا سکتی ہے۔ پہاڑ کے چکروں میں اگر ریلوے لائن بنائی جائے توچونکہ بہت زیادہ خرچ ہوتا ہے اس لئے اس نے ایسی ایجاد کی تھی کہ ریل سیدھی پہاڑ پر چڑھ جائے اور چکر کھا کھا کر اوپر نہ جانا پڑے۔ اس غرض کے لئے اس نے ریل اور پہاڑ کا نمونہ تیار کیا تھا۔ جب گورنمنٹ نے اس کی طرف کوئی توجہ نہ کی تو بعد میں اس نے اپنی رقم نکالنے کے لئے بڑے بڑے شہروں میں اس کی نمائش شروع کر دی۔ مَیں ان دنوں بمبئی میں تھا جب اس کی نمائش کی جا رہی تھی۔

ایک دن مَیں بھی گیا اور میں نے دیکھا کہ اس ریل کے دروازوں اور کھڑکیوں کے آگے روکیں بنی ہوئی ہیں۔ میں نے لوگوں سے دریافت کیا کہ یہ روکیں کیوں بنائی ہوئی ہیں تو انہوں نے بتایا کہ ایک دن کچھ فوجی اس ریل کا نظارہ دیکھنے کے لئے آئے تھے۔ جب وہ ریل کے اندر سوار ہوئے اور اس نے پہاڑ پر چڑھنا شروع کر دیا تو ایک فوجی کو جو گورا سپاہی تھا اتنا ڈر پیدا ہؤا کہ اس نے اوپر سے چھلانگ لگا دی اور نیچے گرتے ہی ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔ اس لئے اب ریل کے دروازوں اور کھڑکیوں کے آگے روک بنا دی گئی ہے۔ اسی طرح انہوں نے بتایا کہ پہلے ریل کے اردگرد بہت سی غاریں بنائی گئی تھیں اور ہمالیہ پہاڑ کا نظارہ دکھانے کے لئے کسی جگہ مصنوعی شیر بنائے گئے تھے جو مُنہ کھولے کھڑے تھے، کئی جگہ چیتے بنائے گئے تھے، کئی جگہ ہاتھی بنائے گئے تھی۔ اس کی وجہ سے لوگوں پر اتنی دہشت طاری ہوتی تھی کہ وہ اس کی برداشت نہیں کر سکتے تھے۔ مگر اب کئی غاریں ہٹا دی گئی ہیں۔ پھر جب وہ ٹرین نیچے کی طرف آتی تھی تو ایسی شدت کے ساتھ گرتی تھی کہ یوں معلوم ہوتا تھا انسان موت کے مُنہ میں جا رہے ہیں۔ اب اس فوجی نے جو چھلانگ لگائی وہ اس لئے نہیں لگائی تھی کہ اس کے لئے کوئی بیرونی خطرہ پیدا ہو گیا تھا بلکہ اس نے اس لئے چھلانگ لگائی تھی کہ اس کا دل خوفزدہ ہو گیا تھا اور وہ سمجھتا تھا کہ شاید چھلانگ لگا کر مَیں اس خطرہ سے بچ جاؤں گا۔ اسی طرح بیسیوں لوگ ہر سال ہلاک ہوتے ہیں۔ کوئی پہاڑ سے اپنے آپ کو گرا دیتا ہے ، کوئی مینار کی چوٹی سے گر کر ہلاک ہو جاتا ہے۔ مگر اس لئے نہیں کہ ان کا ارادہ خودکشی کا ہوتا ہے بلکہ صرف اس لئے کہ بلندی پر پہنچ کر انہیں ایسا خوف معلوم ہوتا ہے کہ انہیں یوں محسوس ہوتا ہے کوئی شخص انہیں نیچے کھینچ رہا ہے اور وہ گر کر ہلاک ہو جاتے ہیں۔ جن لوگوں کے معدے خراب ہوں ان کے ساتھ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ بلندی پر پہنچ کر ان کا سر چکرانے لگتا ہے اور اگر معدہ زیادہ کمزور ہو تو بعض دفعہ اس حالت کے نتیجہ میں ہلاکت تک نوبت پہنچ جاتی ہے۔ میری اپنی یہ حالت ہے کہ میرا معدہ

چونکہ شروع سے کمزور ہے اس لئے میں کبھی زیادہ اونچی جگہ نہیں جا سکتا۔ قطب صاحب کی لاٹ پر مَیں کئی دفعہ گیا ہوں مگر کبھی اس کی چوٹی پر نہیں چڑھ سکا۔ صرف بچپن میں ایک دفعہ بیٹھے بیٹھے اس کی چوٹی کے جنگلے تک پہنچا تھا۔

اسی طرح پہاڑوں پر جہاں پاس کھڈ ہو اور منڈیر نہ ہو میرا سر چکرانے لگ جاتا ہے۔ تو جن لوگوں کے معدے کمزور ہوں ان کی کیفیت اکثر اسی قسم کی ہوتی ہے اور بعض جن کے اعصاب زیادہ کمزور ہوں ان پر ایسی حالت میں جنون کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے اور عواقب کو سوچے سمجھے بغیر وہ نیچے کود پڑتے ہیں حالانکہ جس خطرہ سے وہ ڈر رہے ہوتے ہیں وہ کوئی حقیقی خطرہ نہیں ہوتا۔ صرف ان کے دل کا خوف ہوتا ہے۔ ایسی خوف کی حالت میں ہم دوسرے کو یہ نہیں کہہ سکتے کہ دشمن کا خوب مقابلہ کرو کیونکہ وہاں کوئی بیرونی خوف تو ہوتا نہیں صرف نفس کے اندر کمزوری پیدا ہو جانے کی وجہ سے خوف کی ایک صورت رونما ہوتی ہے۔ اس لئے ایسی صورت میں ہم دوسرے کو یہی نصیحت کریں گے کہ صبر کرو اور اپنے نفس کو قابو میں رکھو۔ پس اِصْبِرُوْا کہہ کر اللہ تعالیٰ نے اس امر کی طرف اشارہ کیا ہے کہ شیطان کا حملہ حقیقی نہیں ہوتا۔ صرف ڈراوا ہوتا ہے۔ انسان خیال کرتا ہے کہ اگر فلاں خواہش کا مَیں نے مقابلہ کیا تو تباہ ہو جاؤں گا۔ مگر جب وہ مقابلہ کر لیتا ہے تو سمجھتا ہے کہ اوہو! بات تو کچھ بھی نہیں تھی۔ تو شیطان کا حملہ چونکہ حقیقی نہیں ہوتا اس لئے اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں کہا کہ شیطان کا مقابلہ کرو بلکہ صرف یہ کہا ہے کہ اِصْبِرُوْا صبر کرو اور اپنے نفس کو اپنے قابو میں رکھو۔

پھر فرماتا ہے۔ وَصَابِرُوْا ۔ جب انسانی نفس شیطانی حملہ کا مقابلہ کر لے تو پھر شیطان باہر سے حملہ کر دیتا ہے اور باہر سے جو حملہ ہو اس میں شیطان کے مقابلہ کی ضرورت ہوتی ہے کیونکہ وہ حملہ دوسروں کے ذریعہ سے کروایا جاتا ہے۔ اسی لئے یہاں صَابِرُوْا کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ صَابِرُوْا کے معنے ایک دوسرے کو مقابلہ کی تلقین کرنے کے ہیں۔ یعنی زید بکر کو کہے۔ بکر، عمرو کو کہے۔ عمرو خالد کو کہے اور

اس طرح وہ شیطان کے مقابلہ کے لئے ایک جتھہ بندی کر لیں۔ گویا صَابِرُوْا کا حکم دے کر اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا ہے کہ جب تم نفس کا مقابلہ کر لو گے تو اس وقت شیطان پھر جوش میں آئے گا اور کہے گا۔ اوہو! ان پر تو کوئی اثر ہی نہیں ہوا۔ یہ تو بڑھتے چلے جا رہے ہیں۔ چنانچہ وہ اپنے چیلوں کو حکم دے گا کہ ان پر اکٹھے ہو کر حملہ کر دو۔ اس وقت یاد رکھو کہ وہ اکیلے اکیلے لڑنے کا وقت نہیں ہو گا بلکہ جماعتی صورت میں دشمن کا مقابلہ کرنے کی ضرورت ہو گی۔ اس لئے تم اکٹھے ہو جاؤ اور سب مل کر دشمن کا مقابلہ کرو۔ اسی لئے فرمایا۔ صَابِرُوْا۔ یعنی جب صبر کا نتیجہ نکلے گا اور تم اندرونی دشمن کو زیر کر لو گے تو شیطان اپنے چیلوں کو اُکسائے گا اور تمہیں قوم کا مقابلہ کرنا پڑے گا۔ پھر تمہیں اپنے آپ کو بھی ایک قوم کی صورت میں منظم کرنا پڑے گا۔ اگر قوم کی صورت میں دشمن کا مقابلہ نہیں کرو گے تو شکست کھا جاؤ گے۔ گویا پہلی حالت تو ایسی تھی کہ اس میں انفرادی طور پر اکیلا اکیلا شخص شیطان کا مقابلہ کر سکتا تھا۔ دو نہیں کر سکتے تھے۔ مگر یہ حالت ایسی ہے جس میں ایک شخص شیطان کا مقابلہ نہیں کر سکتا بلکہ ساری قوم کو شیطان کے مقابلہ کے لئے تیار ہونا پڑتا ہے۔

پھر صَابِرُوْا کہہ کر اللہ تعالیٰ نے اس امر کی طرف بھی اشارہ کیا ہے کہ تمہیں شیطان کے مقابلہ کے لئے اپنے اندر ایک نظام قائم کرنا چاہیئے کیونکہ کوئی قوم اس وقت تک ترقی نہیں کر سکتی۔ جب تک اس کے اندر ایک نظام نہ ہو۔ یہی حکمت ہے جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں میں نظام قائم رکھا ہے۔ پہلے نبوت ہوتی ہے اور پھر نبوت کے بعد خلافت آ جاتی ہے تا مسلمان اکٹھے رہیں اور وہ مل کر دشمن کا مقابلہ کر سکیں۔

آخر یہ صَابِرُوْا کے حکم پر عمل کرنے کی برکت ہی ہے جو تبلیغ کی صورت میں ہمیں اس وقت دکھائی دیتی ہے۔ ہماری جماعت کتنی چھوٹی سی ہے مگر باوجود اس کے کہ ہماری جماعت کی تعداد نہایت قلیل ہے اور باوجود اس کے کہ ہماری جماعت نے

ابھی وہ اعلیٰ نمونہ پیش نہیں کیا جو خدا تعالیٰ چاہتا ہے پھر بھی ساری دنیا میں ہماری جماعت تبلیغ کر رہی ہے اور دنیا کے لوگ اس بات کے معترف ہیں کہ اگر آج دنیا کے پردہ پر کوئی جماعت اسلام کی تبلیغ کر رہی ہے تو وہ احمدیہ جماعت ہی ہے حالانکہ ہماری جماعت کی تعداد کتنی ہے۔ کہتے ہیں ''کیا پدی اور کیا پدی کا شوربا'' سارے ہندوستان میں اتنے احمدی بھی تو نہیں جتنی ضلع گورداسپور کی آبادی ہے مگر باوجود اس کے ہماری جماعت کی تعداد ہندوستان میں اتنی بھی نہیں جتنی ضلع گورداسپور کی آبادی ہے پھر بھی ہماری جماعت وہ کام کر رہی ہے جو سارے ہندوستان کے مسلمان مل کر بھی نہیں کر رہے۔ امریکہ میں ہمارا مشن قائم ہے، انگلستان میں ہمارا مشن قائم ہے، گولڈ کوسٹ میں ہمارا مشن قائم ہے، نائیجیریا میں ہمارا مشن قائم ہے، سیر الیون میں ہمارا مشن قائم ہے۔ اسی طرح ملایا، سنگا پور ، چین، سماٹرا، جاوا اور دوسرے ممالک میں ہمارے مشن قائم ہیں۔ اس کے مقابلہ میں مسلمان کروڑوں کی تعداد میں ہیں بلکہ اب بھی کئی مسلمان بادشاہ موجود ہیں ۔ چنانچہ ایران کا بادشاہ مسلمان ہے، افغانستان کا بادشاہ مسلمان ہے۔ عرب کا بادشاہ مسلمان ہے۔ اسی طرح مصر اور عراق کے بادشاہ مسلمان ہیں۔ پھر ترکوں کی حکومت ہے اور یہ تمام حکومتیں اربوں ارب روپیہ سالانہ آمد رکھتی ہیں مگر بتاؤ کیا اِن میں سے کوئی سلطنت بھی اسلام کی تبلیغ کر رہی ہے اور کیا ان کی جد و جہد سے کبھی ایک شخص بھی مسلمان ہوا۔ مسلمان کرنا تو درکنار ان کی طرف سے ہمیشہ یہ اعلان ہوتا رہتا ہے کہ ہماری حکومتوں کو مذہب سے کوئی واسطہ نہیں۔ حالانکہ حکومت عیسائیوں کو بھی حاصل ہے مگر انہوں نے اپنے مذہب کی تبلیغ کو کبھی نظر انداز نہیں کیا۔ انگریزی حکومت یوں آزادیٔ مذاہب کی بڑی حامی ہے مگر ہمیشہ اپنے مشنریوں کی مدد کرتی رہتی ہے۔ ظاہر بھی اور مخفی بھی۔ کُھلے طور پر بھی اور پوشیدہ بھی۔ ہندوستان میں بھی پادریوں کی تنخواہوں کے لئے بجٹ میں گنجائش رکھی گئی ہے اور اس کا یہ حصہ وائسرائے کے قبضہ میں ہے اور اس میں کوئی دوسرا دخل نہیں دے سکتا۔ تو انگریزی حکومت اپنے مذہب کی

تبلیغ کے لئے ہمیشہ روپیہ خرچ کرتی رہتی ہے مگر مسلمان بادشاہ یہی کہتے رہے کہ ہم بادشاہ ہیں، ہمارا مذہب کی تبلیغ سے کیا تعلق۔اس کے مقابلہ میں خدا تعالیٰ نے ہماری چھوٹی سی جماعت کو تبلیغ کی ایسی توفیق بخشی ہے کہ سوائے پیغامی گروہ کے، اَور سب اس بات کے معترف ہیں کہ ہماری جماعت سے بڑھ کر اور کوئی تبلیغ نہیں کر رہا۔ ایک پیغامی گروہ ہی ہے جو کہتا ہے کہ جماعت احمدیہ کا قادیانی حصہ تبلیغ اسلام نہیں کرتا۔ مگر ان کے اس اعتراض کی اگر تشریح کی جائے تو یہ ہو گی کہ انگلستان میں قادیانیوں کا مشن ہے، ہمارا کوئی مشن نہیں۔ مگر انگلستان میں تبلیغ قادیانی نہیں کرتے بلکہ ہم کرتے ہیں۔امریکہ میں ہمارا کوئی مشن نہیں صرف قادیانیوں کا مشن ہے۔اور بیس پچیس ان کے مقامی مبلغ بھی ہیں مگر امریکہ میں تبلیغ ہم کرتے ہیں قادیانی نہیں کرتے۔ پھر ان کے اس اعتراض کی تشریح یہ ہو گی کہ گولڈ کوسٹ میں قادیانیوں نے مبلغ رکھا ہوا ہے ہمارا کوئی مبلّغ نہیں مگر وہاں بھی تبلیغ ہم کرتے ہیں قادیانی نہیں کرتے۔نائیجیریا میں قادیانی کوئی تبلیغ نہیں کرتے کیونکہ انہوں نے وہاں اپنا مبلغ بھجوایا ہوا ہے۔ صرف ہم کرتے ہیں۔ گو ہمارا وہاں کوئی مبلغ نہیں۔اسی طرح سیرالیون میں قادیانی مبلغ موجود ہے اور ہمارا کوئی مبلغ نہیں مگر سیرالیون میں تبلیغ ہم ہی کر رہے ہیں قادیانی نہیں کر رہے۔ غرض اسی طرح پھیلاتے چلے جاؤ اور دیکھو کہ مصر میں ،فلسطین میں، شام میں، سماٹرا میں، جاوا میں، ملایا میں۔غرض جہاں جہاں ہمارے مشن قائم ہیں۔ وہاں ان کے اس اعتراض کی یہی تشریح ہو گی کہ قادیانی بالکل تبلیغ نہیں کرتے۔ جس کا ثبوت یہ ہے کہ انہوں نے اپنے مشنری ان ملکوں میں بھیجے ہوئے ہیں۔ مگر پیغامی تبلیغ کرتے ہیں کیونکہ ان کا ان ملکوں میں کوئی مبلغ نہیں اور سچی بات تو یہ ہے کہ پیغامیوں کا بیرونی ممالک میں کہیں مشن ہے ہی نہیں ایک مشن جرمنی میں تھا مگر وہ بند ہو چکا ہے۔ پھر انہوں نے سیرالیون میں اپنا مشنری بھیجا مگر وہ ہمارے مشنری کے مقابلہ کی تاب نہ لا کر وہاں سے بھاگ آیا۔ یہاں تک کہ اسے کرایہ بھی ہمارے مشنری نے ہی لوگوں سے چندہ کر کے دیا۔

اگر ہمارا مشنری اس کی مدد نہ کرتا تو وہ واپس بھی نہ آ سکتا۔ مگر باوجود اس کے پیغامی ہمیشہ یہی کہتے رہتے ہیں کہ تبلیغ وہی کر رہے ہیں قادیانی جماعت کوئی تبلیغ نہیں کر رہی۔ غرض پیغامیوں کے سوا باقی ساری دنیا تسلیم کر رہی ہے کہ اس وقت احمدیہ جماعت ہی تبلیغ اسلام کا کام کر رہی ہے۔ بلکہ بعض مسلمان اخبارات نے تو یہاں تک لکھا ہے کہ جس کام کی بڑے بڑے بادشاہوں کو توفیق نہیں ملی۔ وہ آج یہ چھوٹی سی جماعت بڑی عمدگی سے کر رہی ہے۔ تو یہ صَابِرُوْا پر عمل کرنے کا ہی نتیجہ ہے۔ اگر احمدی ایک دوسرے کے ساتھ تعاون نہ کرتے۔ اگر ان میں اتحاد نہ ہوتا، اگر ان میں نظام نہ ہوتا اور اگر دشمن کا مقابلہ کرنے کے لئے وہ ایک جتھہ کی شکل میں نہ ہوتے۔ تو وہ صورت کبھی پیدا نہ ہو سکتی جو آج نظر آ رہی ہے۔ اس کے بعد فرماتا ہے وَرَابِطُوْا۔ جو قومیں یہ سمجھتی ہیں کہ ان کے لئے اتنا ہی کافی تھا کہ شیطان کا مقابلہ کر لیا اور اسے شکست دے دی۔ وہ بھی بسا اوقات کچھ مدت کے بعد شیطان کے مقابلہ میں ہار جاتی ہیں۔ اس لئے کہ وہ تیسرے قدم میں سست ہو جاتی ہیں اور اس امر کا خیال نہیں رکھتیں کہ گو دشمن ایک دفعہ شکست کھا چکا ہے مگر امکان ہے کہ وہ دوبارہ حملہ کر دے اور فتح کو شکست سے بدل دے۔ اللہ تعالیٰ اس نقص کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرماتا ہے کہ ایسا ممکن ہے تم دشمن کو کلیۃً شکست دے دو یا ایک علاقہ سے اسے بالکل نکال دو اور اس پر خود قبضہ کر لو لیکن یاد رکھو۔ ہو سکتا ہے کہ دشمن کچھ عرصہ کے بعد پھر اس پر قابض ہو جائے اس لئے فرمایا جب تم دشمن کو شکست دے دو اور تم سمجھ لو کہ اب صَابِرُوْا کا وقت جاتا رہا تم مطمئن ہو کر نہ بیٹھ رہو۔ کیونکہ ابھی ایک اَور مقام رہتا ہے اور اگر تم نے اس مقام کا خیال نہ رکھا تو دشمن تمہیں جب بھی غافل پائے گا حملہ کر دے گا۔ چنانچہ فرماتا ہے وَرَابِطُوْا جب تم کوئی علاقہ فتح کر لو یا روحانی طور پر شیطان کو کسی علاقہ سے نکال دو جیسے بعض جگہ گاؤں کا گاؤں احمدی ہو جاتا ہے تو ایسے موقع پر اللہ تعالیٰ یہ نصیحت کرتا ہے کہ مومنوں کو غافل نہیں ہونا چاہئے بلکہ ہمیشہ اپنی سرحدوں کی حفاظت کے لئے

چوکس اور ہوشیار رہنا چاہئے۔

رباط کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ جہاں سرحدیں ملتی ہوں وہاں چوکیاں قائم کی جائیں تاکہ دشمن اچانک ملک میں داخل نہ ہو جائے۔ تو اللہ تعالیٰ اس آیت میں لوگوں کو اس امر کی طرف توجہ دلاتا ہے کہ قوموں کی بڑی بھاری غلطی یہ ہوتی ہے کہ جب وہ کامیابی حاصل کر لیتی ہیں تو سمجھ لیتی ہیں کہ اب وہ کُلّی طور پر جیت گئی ہیں حالانکہ کلی طور پر جیت دنیا میں ہو نہیں سکتی اور اگر کوئی قوم دنیا کو کلی طور پر جیت لے اور پھر ہمیشہ اپنی سرحدوں کی نگرانی رکھے تو اسے کبھی شکست ہی نہ ہو مگر دنیا میں سینکڑوں قومیں ہیں جو فاتح ہوئیں اور پھر انہوں نے یہ خیال کیا کہ اب وہ کلی طور پر فاتح ہو گئی ہیں لیکن کچھ عرصہ کے بعد ان میں غفلت پیدا ہو گئی اور وہی فاتح قومیں مفتوح اور ذلیل ہو گئیں۔ کسی زمانہ میں ایران کی مملکت ایسی وسیع اور عظیم الشان تھی کہ ہندوستان اس کے قبضہ میں تھا، چین اس کے قبضہ میں تھا، عرب کا ایک حصہ اس کے قبضہ میں تھا، عراق شام اور فلسطین اس کے قبضہ میں تھا۔ اناطولیہ اور آرمینیا اس کے قبضہ میں تھا بلکہ روس کے کچھ حصے بھی اس کے قبضہ میں تھے مگر اب ایران کی اس حکومت کا نام و نشان تک مٹ چکا ہے۔ بلکہ اب تو ایرانیوں کو دیکھ کر حیرت آتی ہے کہ کُجا تو وہ حالت تھی کہ دنیا کے ایک بہت بڑے حصہ کے وہ فاتح تھے اور کُجا یہ حالت ہے کہ ایرانیوں کے اندر ایسی ہی نزاکت نظر آتی ہے جیسے دِلّی اور لکھنؤ والوں کے اندر ہے۔ چلیں گے تو کمر لچکے گی اور بات کریں گے تو اس طرح مٹک مٹک کر کہ یوں معلوم ہو گا تمام زنانہ صفات ان میں جمع ہو گئی ہیں۔ کوئی شخص ان کو دیکھ کر یہ خیال بھی نہیں کر سکتا کہ کسی زمانہ میں یہ ساری دنیا کے فاتح تھے اور سینکڑوں سال تک حکومت کرتے رہے تھے۔ یہی لکھنؤ والے جن کا مَیں نے ابھی نام لیا ہے ایک زمانہ میں دِلّی تک ان کا رعب تھا اور گو انہیں بیس تیس سال ہی حکومت ملی مگر ان کا چاروں طرف رعب تھا۔ ایک طرف بنگال تک ان کی حکومت کی سرحد جاتی تھی اور دوسری طرف دہلی کا بادشاہ

بھی ان سے مرعوب تھا مگر بیس تیس سال کے بعد ہی ان کی حکومت ایسی غائب ہوئی کہ اب لکھنؤ کے معنی محض نزاکت کے سمجھے جاتے ہیں۔ بے شک ادب میں لکھنؤ والوں نے کمال حاصل کیا ہے۔ بے شک زبان کو انہوں نے خوب مانجھا ہے۔ بیشک انہوں نے علم میں اچھی ترقی کی ہے اور ان میں بڑے بڑے عالم گزرے ہیں جیسے لکھنؤ میں فرنگی محل کا مدرسہ مشہور ہے۔ مگر وہ فوجی اور سپاہیانہ ہنر جن کے ماتحت کسی زمانہ میں ہندوستان میں ان کا رعب تھا وہ اب ان میں نہیں رہے۔ فوجی بھرتی کو دیکھا جائے تو غالباً سارے ہندوستان کی فوج میں پانچ چھ لکھنوی بھی نہیں ملیں گے۔ اس کے مقابلہ میں قادیان ایک قصبہ ہے مگر فوج میں قادیان کے ہی ڈیڑھ سو کے قریب نوجوان مل جائیں گے۔ تو لکھنؤ والوں میں سے فوجی کام کی قابلیت بالکل مٹ گئی ہے حالانکہ کسی زمانہ میں ان کا بڑا رعب تھا۔ اسی طرح ہندوستانیوں کو عام طور پر دیکھ لو اب ان میں فوجی کام کی پہلے کی سی روح نظر نہیں آتی۔ حالانکہ کہا یہ جاتا ہے کہ ہندوستان کی کسی زمانہ میں اپنی حکومت تھی۔ گو واقعہ یہ ہے کہ ہندوستان انگریزوں کے ہاتھ پر ہی جمع ہؤا ہے کسی اَور حکومت کے ماتحت تمام ہندوستان کبھی نہیں آیا۔ اگرچہ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ انگریزوں کے ماتحت بھی سارا ہندوستان نہیں۔ شاید اللہ تعالیٰ ہندوستان کو ایک چھوٹا عالم بنانے کا ارادہ رکھتا ہے یا شاید خدا نے اس کے لئے یہ مقدر رکھا ہؤا ہے کہ وہ روحانی طور پر احمدیت کے ذریعہ اکٹھا ہو۔ بہرحال انگریزوں کے قبضہ میں بھی تمام ہندوستان نہیں۔ کچھ پُرتگیزی علاقہ ہے اور کچھ فرانسیسی حصہ ہے۔ عام لوگ سمجھتے ہیں کہ سارے ہندوستان پر انگریزوں کا ہی قبضہ ہے مگر حقیقتاً یہ درست نہیں۔ گووا کا علاقہ کہاں انگریزوں کے قبضہ میں ہے پانڈی چری کا علاقہ کہاں انگریزوں کے قبضہ میں ہے۔ چندرنگر کا علاقہ کہاں انگریزوں کے قبضہ میں ہے۔ غرض سارا ہندوستان انگریزوں کے ماتحت بھی نہیں۔

اسی طرح پہلی حکومتوں میں سے مغلوں کی حکومت بہت بڑی تھی مگر مغلوں کے قبضہ میں بھی ہندوستان پورے طور پر نہیں آیا اور برابر اُن کے زمانہ میں

بغاوتیں ہوتی رہتی تھیں۔اِدھر مسلمان بادشاہوں نے دکن فتح کیا تو اُدھر بنگال باغی ہوگیا۔اس طرح پھر ایک حصہ ان کے قبضہ سے نکل گیا۔شاید دو تین سال تک ایسا ہوا ہے کہ ظاہر میں یہ دکھائی دیتا تھا کہ سارا ہندوستان مغلوں کے ماتحت ہے اور وہ بھی اورنگ زیب کی آخری عمر میں لیکن اس تھوڑے سے عرصہ کے سوا کبھی بھی تمام ہندوستان ایک حکومت کے ماتحت نہیں آیا۔حالانکہ بڑی بڑی حکومتیں گزری ہیں۔مغلوں کی حکومت بہت بڑی تھی۔ان سے پہلے پٹھانوں کی حکومت بہت بڑی تھی۔پھر ان سے پہلے ہندوؤں میں سے اشوکا خاندان کی حکومت بہت بڑی تھی اور اس کے ماتحت اتنا بڑا علاقہ تھا کہ اگر ایسی حکومت ہندوستان سے باہر ہوتی تو اس کی بہت بڑی عظمت ہوتی۔

اشوکا کی حکومت اتنی بڑی تھی کہ اگر جرمنی، فرانس اور اٹلی کو اکٹھا کر دیا جائے تو اس سے بھی اس کی حکومت زیادہ وسیع تھی مگر اب اس حکومت کا نشان تک موجود نہیں۔اسی طرح ہندوستان سے باہر جو حکومتیں ہیں۔ان میں سے مصر کی حکومت کسی زمانہ میں بہت بڑی تھی۔لوبیا کی حکومت کسی زمانہ میں بہت بڑی تھی۔روما نے بھی ایک وقت بڑی بھاری حکومت کی ہے۔سپین کی حکومت بھی بہت بڑی حکومت تھی۔آسٹریا کو بھی ایک زمانہ میں بڑی بھاری طاقت حاصل تھی۔مگر اب ان حکومتوں کا نام و نشان تک نہیں ملتا۔آخر یہ کیوں ہوا اور کیوں اتنی بڑی حکومتیں بے نام و نشان ہو گئیں۔محض اس لئے کہ انہوں نے مرابطہ نہیں کیا۔جب انہیں حکومت ملی تو انہوں نے یہ خیال کر لیا کہ اب ہم بالکل محفوظ ہو گئے ہیں۔حالانکہ یہی وقت قوموں کی زندگی میں خطرناک ہوتا ہے۔اور ان کا فرض ہوتا ہے کہ جب انہیں غلبہ میسر آ جائے تو وہ اس کی حفاظت میں لگی رہیں۔انگریزوں کو دیکھ لو ان کو خدا نے ایک لمبے عرصہ تک حکومت بخشی ہے مگر اس کی وجہ یہی ہے کہ یہ ہمیشہ اپنی سرحدوں کی حفاظت کرتے ہیں اس جنگ میں ہی وہ ہندوستان کی سرحدیں پکڑ کر بیٹھے ہیں اور لاکھوں فوجیں انہوں نے وہاں جمع کر رکھی ہیں۔یہی مرابطہ ہے جس سے

قوموں کے غلبہ کو پائداری حاصل ہوتی ہے۔خواہ یہ غلبہ جسمانی ہو یا روحانی۔روحانی دنیا میں بھی کئی لوگ جب انہیں فتح ہوتی ہے۔یہ خیال کر لیتے ہیں کہ اب شیطان بالکل مر گیا ہے۔حالانکہ وہ مرا نہیں ہوتا بلکہ قریب ہی چھپا بیٹھا ہوتا ہے تاکہ جب بھی مومن غافل ہوں وہ ان پر حملہ کر دے۔

پس مومنوں کو چاہئے کہ وہ ہمیشہ مرابطہ سے کام لیں اور ہر وقت چوکس اور ہوشیار رہیں۔ ایسے ہی علاقوں میں سے جن پر روحانی طور پر ہمیں غلبہ حاصل ہے ایک قادیان بھی ہے۔اور ہماری جماعت کا فرض ہے کہ وہ اس جگہ خصوصیت سے ہوشیار رہے کیونکہ جن علاقوں میں کوئی قوم غالب آ جائے ان میں وہ سست ہو جاتی ہے اور سُستی اور غفلت ہی ایسی چیز ہے جو شیطان کے لئے حملہ کا موقع پیدا کر دیتی ہے۔ قادیان میں ہی لوگوں کی سرکشی نئے سے نئے رنگ میں ظاہر ہوتی رہتی ہے۔پہلے حملے تو دشمن کی طرف سے ہوا کرتے تھے مگر اب شیطان اس رنگ میں حملہ کرتا ہے کہ لوگوں کی اولاد کو خراب کرتا ہے اور ہمیں یہ شکائتیں پہنچتی رہتی ہیں کہ فلاں کے بیٹے کو نشہ کی عادت ہو گئی ہے، فلاں کے بیٹے کو جھوٹ کی عادت ہوگئی ہے فلاں میں یہ خرابی ہے اور فلاں میں وہ دھوکا بازی ہے اور بعض احمدی جو دوسروں کے چھوٹے چھوٹے نقائص پر ان سے لڑا کرتے تھے اب اپنے رشتہ داروں کی تائید کرنے لگ جاتے ہیں۔ یہ وہی جنگ ہے جس کا خدا تعالیٰ نے اس آیت میں ذکر فرمایا ہے کہ جب کسی قوم کو فتح حاصل ہوتی ہے تو شیطان ایک نئے رنگ میں حملہ کر دیتا ہے۔ ایسی حالت میں اگر مومن مرابطہ نہ کریں اور اپنی سرحدوں کو محفوظ نہ کریں تو جو فتح نظر آ رہی ہوتی ہے وہی شکست میں تبدیل ہو جاتی ہے اور ان کی کامیابی تباہی کا پیش خیمہ بن جاتی ہے کیونکہ غلبہ کے نتیجہ میں قوموں میں غفلت اور سستی پیدا ہو جاتی ہے اور غفلت اور سُستی تباہ کر دیتی ہے۔ وہی قومیں کامیاب ہوتی ہیں جو ہر وقت ہوشیار رہیں اور ایک لمحہ کے لئے بھی دشمن سے غافل نہ ہوں۔ وہ غلبہ کے وقت یہ سمجھ لیتی ہیں کہ گو اب اِصْبِرُوْا کا وقت نہیں گو اب

صَابِرُوْا کا وقت نہیں مگر رَابِطُوْا کا وقت ہے اور جب وہ اس طرح چوکس اور ہوشیار رہتی ہیں تو شیطان جس راہ سے بھی ان پر حملہ کرتا ہے اس راہ سے وہ ناکام و نامراد واپس لوٹتا ہے۔ اس پر شیطان مایوس ہو کر ایک لمبے عرصہ کے لئے خاموش ہو جاتا ہے اور اس قوم پر کوئی حملہ نہیں کرتا مگر اس عرصہ میں وہ اپنے کام کو بھولا نہیں ہوتا بلکہ اس بات کا منتظر ہوتا ہے کہ کب قوم غافل ہو اور میں اس پر حملہ کروں۔ چنانچہ پندرہ بیس سال انتظار کرنے کے بعد جب وہ خیال کرتا ہے کہ اب یہ قوم غافل ہو گئی ہو گی تو پھر اس پر حملہ کر دیتا ہے۔ اس وقت بھی اگر قوم ہوشیار ہو اور وہ رَابِطُوْا پر عمل کر رہی ہو تو پھر وہ شیطان کو ایسی ضرب لگائے گی کہ وہ خاموش ہو کر بیٹھ جائے گا مگر چالیس پچاس سال کے بعد وہ پھر سر اٹھائے گا اور اگر اب کی دفعہ بھی قوم ہوشیار ہو گی تو پھر وہ ساٹھ ستر سال کے لئے خاموش ہو جائے گا اور ہر وقفہ اس کا پہلے وقفہ سے زیادہ لمبا ہو گا۔ جیسے تم دیکھتے ہو کہ چور جب چوری کے لئے آئے اور وہ مالک مکان کو ہوشیار پائے تو پھر دوسرے ہی دن وہ چوری کرنے کے لئے نہیں آ جاتا بلکہ دو چار راتیں چھوڑ کر آتا ہے اور اگر اس دن بھی مالک مکان ہوشیار ہو تو وہ دو چار دن کا وقفہ نہیں ڈالتا بلکہ دو چار ہفتوں کا وقفہ ڈال دیتا ہے اور خیال کرتا ہے کہ شاید اس وقفہ میں یہ غافل ہو جائے۔ اس وقفہ کے بعد وہ پھر آتا ہے اور اگر اب بھی مالک مکان ہوشیار ہو تو وہ چار مہینے تک نہیں آتا لیکن دو چار ماہ گزرنے کے بعد وہ پھر آ جائے گا اور اگر پھر بھی وہ اسے ہوشیار پائے گا تو کئی سال کا وقفہ ڈال دے گا اور سمجھے گا کہ اب مجھے زیادہ عرصہ انتظار کرنا چاہئے تاکہ لمبے عرصہ کی وجہ سے یہ غافل ہو جائے اور مجھے اپنا کام کرنے کا موقع مل جائے۔

یہی حال شیطان کا ہے۔ وہ ہمیشہ وقفہ ڈال ڈال کر حملہ کرتا ہے اور ہر وقفہ اس کا پہلے وقفہ سے زیادہ لمبا ہوتا ہے کیونکہ وہ سمجھتا ہے کہ یہ قوم ہوشیار ہے مجھے لمبا وقفہ دینا چاہئے تاکہ یہ سو جائے اور میرے حملہ سے غافل ہو جائے۔

پس اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔اے مومنو! ہماری تیسری نصیحت یہ ہے کہ غلبہ کے بعد تم مرابطہ کیا کرو۔اگر تم مرابطہ کرو تو پھر حد بندی کوئی نہیں۔قیامت تک مرابطہ کر سکو تو قیامت تک تمہارا غلبہ رہے گا اور اگر دنیا کے پردہ پر کوئی ایسی قوم مل سکے جو غلبہ کے بعد ہمیشہ مرابطہ کرے تو اسے کبھی شکست نہیں ہو سکتی کیونکہ وہ ہر وقت مرابطہ کر رہی ہو گی۔اگر شیطان نظام کی بغاوت کی صورت میں اپنا سر نکالے گا تو اسے کچل دے گی، اگر سُستی اور غفلت کی صورت میں اپنا سر نکالے گا تو اسے کچل دے گی، اگر نشوں کی عادت کی صورت میں اپنا سر نکالے گا تو اسے کچل دے گی، اگر لہو و لعب کی صورت میں اپنا سر نکالے گا تو اسے کچل دے گی۔ایسی قوم کو شیطان بھلا برباد کس طرح کر سکتا ہے۔پس اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اگر تم اصْبِرُوْا پر بھی عمل کر لو۔اگر تم صَابِرُوْا پر بھی عمل کر لو۔تو پھر تمہارے سامنے تیسرا مقام رَابِطُوْا کا آئے گا۔اس وقت تمہارا فرض ہو گا کہ تم چوکس اور ہوشیار رہو کیونکہ شیطان تمہیں غافل پا کر کناروں سے آنا چاہے گا اور تمہارا فرض ہو گا کہ اس کی مدافعت کرو۔نادان اس آیت کو پڑھتے اور یہ خیال کرتے ہیں کہ اس میں جسمانی مُلکوں کا ذکر ہے حالانکہ جسمانی ملکوں کی حفاظت کی اتنی ضرورت نہیں ہوتی جتنی روحانی ملکوں کی حفاظت کی ضرورت ہوتی ہے۔کیا دنیا میں کوئی بھی عقلمند ایسا ہے جو روح کو تو تباہ ہونے دے مگر جسم کو بچا لے۔ہر عقلمند یہ چاہے گا کہ اس کی روح بچ جائے جسم اگر ہلاک ہوتا ہے تو ہلاک ہو جائے۔اسی طرح ہر عقلمند اس بات پر بھی متفق ہو گا کہ جسمانی ملک اگر ہاتھ سے جاتا ہو تو بےشک چلا جائے مگر روحانی ملک ہاتھ سے نہیں جانا چاہئے۔پس اس آیت میں قرآن کریم نے دائمی ترقی حاصل کرنے کا ایک بے نظیر گُر بتایا ہے۔فرمایا ہے جو شخص اصْبِرُوْا پر عمل کرے گا۔شیطان اس کے نفس کے لئے مر جائے گا مگر اس کے ہمسایہ کے لئے رہ جائے گا۔پھر جو شخص صَابِرُوْا پر عمل کرے گا وہ اپنے ہمسایہ کو بھی شیطان کے حملہ سے بچا لے گا۔اس کے بعد دشمن نکل تو جائے گا مگر وہ کہیں دور نہیں جائے گا بلکہ باہر چھپ کر بیٹھ رہے گا

اور اس کی اولاد پر حملہ کرنے کی تاک میں رہے گا اور اس بات کا انتظار کرتا رہے گا کہ کب یہ قوم غافل ہو اور میں اس پر حملہ کروں۔ اس لئے فرمایااس کے بعد تمہارے لئے ضروری ہے کہ رَابِطُوْا کے حکم کو مدنظر رکھو۔اگر تم ہمیشہ مرابطہ کرتے رہو اور ہمیشہ اپنی سرحدات کی حفاظت کرتے رہو تو دشمن کبھی تم پر حملہ آور نہیں ہو سکتا اور تم ہمیشہ کے لئے اس کے فتنہ سے محفوظ ہو جاؤ گے۔پس اس آیت میں خدا تعالیٰ نے مستقل اور دائمی ترقی کا راز بتایا ہے۔مگر افسوس کہ قومیں اور حکومتیں اصْبِرُوْا پر عمل کر لیتی ہیں۔وہ صَابِرُوْا پر عمل کر لیتی ہیں مگر رَابِطُوْا پر عمل نہیں کرتیں۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ پھر روحانیت دنیا سے مٹ جاتی ہے پھر کفر کا غلبہ ہو جاتا ہے۔پھر گناہ دنیا میں پھیل جاتا ہے۔پھر صداقت ناپید ہو جاتی ہے اور پھر خدا دنیا کی اصلاح کے لئے ایک نیا نبی مبعوث کرتا ہے۔اس پر پھر اصْبِرُوْا کی جنگ لڑی جاتی ہے پھر صَابِرُوْا کی جنگ لڑی جاتی ہے پھررَابِطُوْا کی جنگ لڑی جاتی ہے۔مگر پھر کچھ عرصہ کے بعد لوگ یہ خیال کرنے لگ جاتے ہیں کہ اب تو دشمن مر گیا۔آؤ ہم اپنی سرحد کے سپاہیوں کو واپس بُلا لیں۔وہ ان سپاہیوں کو واپس بلاتے ہیں اور ان کے ساتھ ہی چوروں کی طرح دشمن فاتح قوم کے اندر داخل ہو جاتا ہے۔جس کے نتیجہ میں پھر اس قوم کا تختہ الٹ جاتا ہے پھر اس کی ترقی مٹ جاتی ہے پھر اس کی عزت ذلت سے اور اس کی نیک شہرت بدنامی سے بدل جاتی ہے۔پس رَابِطُوْا کا معاملہ سخت نازک ہوتا ہے اور قومیں اس حکم پر عمل کرنے میں سب سے زیادہ کمزوری دکھایا کرتی ہیں۔بیسیوں احمدی اس وقت قادیان میں ایسے ہیں جو کہتے ہیں کہ نظام کی طرف سے فلاں سختی کی جاتی ہے۔نظام کی طرف سے فلاں سختی کی جاتی ہے جس سے ان کی غرض یہ ہوتی ہے کہ ہم رَابِطُوْا پر عمل کرنا چھوڑ دیں اور ہمیں قادیان میں اور بعض دوسرے گاؤں میں جو روحانی غلبہ حاصل ہے وہ بھی جاتا رہے۔پس شیطان ہمیشہ ایسی آوازیں نکالتا رہتا ہے اور اس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ رَابِطُوْا پر عمل کرنا چھوڑ دیا جائے مگر جب تک ہماری جماعت کے لوگ مرابطہ کو قائم رکھیں گے، جب تک وہ یہ

سمجھتے رہیں گے کہ اگر مرابطہ کے خلاف کوئی آواز اٹھتی ہے تو یا تو وہ شیطان کی آواز ہے یا ہمارے کسی ایسے بھائی کی ہے جس پر شیطان نے قبضہ کیا ہوا ہے۔یعنی یا تو ایسی شکایت کرنے والا منافق ہے اور جھوٹے طور پر احمدی بنا ہوا ہے یا ہے تو سچا احمدی مگر بے وقوف ہے اور جب تک ہماری جماعت اس قسم کے اعتراضات کے باوجود دلیر اور نڈر ہو کر مرابطہ کا کام جاری رکھے گی اس وقت تک ہماری جماعت کو برابر فتوحات حاصل ہوتی رہیں گی۔ مگر جس دن ہماری جماعت کے دوستوں میں یہ کمزوری پیدا ہو گئی کہ لوگوں کے اعتراضات سے ڈر کر انہوں نے مرابطہ کا کام کرنا ترک کر دیا تو یہ ان کے اس بات پر دستخط ہوں گے کہ ہم اب دنیا میں غلبہ حاصل کرنے کے قابل نہیں رہے۔ہمارا تختہ الٹ دیا جائے اور کسی اور قوم کو ہماری جگہ لایا جائے لیکن اگر تم رَابِطُوْا پر عمل کرتے رہو گے تو یقیناً تم ہمیشہ کامیاب رہو گے۔میں نہیں کہہ سکتا کہ تم اس پر عمل کر سکو گے یا نہیں کیونکہ آج تک دنیا کی کسی قوم نے اس پر ہمیشہ کے لئے عمل نہیں کیا۔ایک لمبے عرصہ کے بعد تمام قومیں سست ہو جاتی رہی ہیں مگر ہم تو ابھی ابھر رہے ہیں ہمارے لئے سست ہونے کا ابھی کونسا وقت ہے اگر تمام دنیا پر غلبہ حاصل کرنے کے سینکڑوں سال بعد ہم میں سُستی پیدا ہو تب بھی ہم صرف پہلی قوموں کے ساتھ مشابہہ ہوں گے۔ہاں دنیا پر کامل غلبہ کے بعد،اگر ہزاروں ہزار سال تک ہم مرابطہ کی ذمہ داری کو ادا کرتے رہیں اور دشمن کے حملوں سے ہر وقت چوکس اور ہوشیار رہیں تو پھر ہم ایسی قوم بنیں گے جس کی مثال روئے زمین پر نہیں مل سکے گی۔کوئی قوم تاریخ میں سے ایسی نظر نہیں آتی جس نے ہزاروں سال مرابطہ کیا ہو۔بعض جماعتیں تو ابتدائی چند سالوں میں ہی مرابطہ کے فرض کو بھول کر تباہ ہو گئیں اور بعض نے تین چار سو سال تک اس فرض کو ادا کیا اور پھر بھول گئیں۔مگر بہرحال پچھلوں کو پہلوں سے بڑھنے کی کوشش کرنی چاہئے اور ان کے زمانہ سے زیادہ لمبے عرصہ تک اس فرض کو ادا کرتے رہنا چاہئے لیکن اس میں بھی کوئی شبہ نہیں کہ ابھی ہمارا مرابطہ کا اصل کام

شروع نہیں ہوئا۔ہمارا مرابطہ کا اصل کام اس دن شروع ہو گا جس دن دنیا پر روحانی طور پر ہمیں کامل غلبہ حاصل ہو جائے گا۔ہاں چھوٹے پیمانہ پر اب بھی بعض جگہ ہم نے یہ کام شروع کیا ہوئا ہے۔ جیسے قادیان میں یہ کام جاری ہے۔ مگر اصل دن ہمارے کام کی ابتداء کا وہی ہو گا جب ساری دنیا پر ہمیں روحانی غلبہ حاصل ہو جائے گا۔اس دن سے شروع کر کے اگر ہم مرابطہ کو صرف تین چار سو سال تک قائم رکھیں گے تو زیاہ سے زیادہ ہم عیسائیوں کے مشابہہ ہو سکیں گے کیونکہ انہوں نے بھی تین چار سو سال تک اپنے غلبہ کو قائم رکھا تھا۔ہاں اگر ہم سات آٹھ سو یا ہزار سال تک اس عرصہ کو بڑھا دیں تب بے شک ہم ایک ایسی قوم ہوں گے جس کی مثال تاریخ میں نہیں ملے گی۔پس یہ ہماری موجودہ اور آئندہ نسلوں کا کام ہے کہ وہ اپنے عمل سے دنیا کو بتائیں کہ وہ کن لوگوں میں شامل ہونا چاہتے ہیں۔ ان لوگوں میں جو پھسڈی ثابت ہوئے یا ان لوگوں میں جو اچھے ثابت ہوئے یا ان لوگوں میں جو سب سے بڑھ جائیں اور جن کی نظیر تاریخ عالم میں ڈھونڈنے سے بھی نہ ملے۔"

(الفضل 28 نومبر 1941ء)

1: آل عمران: 201

2: مرقس باب 8 آیت 34